علم و عمل کے پیکر
حضرت مولانا حافظ عبدالستار حسن رحمہ اللہ تعالیٰ

محمد یٰسین ظفر مدیر التعلیم جامعہ السلفیہ فیصل آباد

سدا بہار ہنستا مسکراتا خوشگوار چہرہ کھلی پیشانی جاذب نظر آنکھیں شیریں زباں شرافت ونجابت کا اعلیٰ نمونہ شرم وحیاء اور عجز وانکساری کا پیکر ادب واحترام اور مہمان نوازی کے اوصاف حمیدہ سے متصف ہمارے پیارے ممدوح مولانا حافظ عبدالستار حسن رحمہ اللہ تعالیٰ ایک منفرد اور یکتا روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

آپ سے پہلی ملاقات جامع مسجد قدس اہل حدیث گگو منڈی تحصیل بورے والا میں 1973ء میں ہوئی۔ جب آپ نے مولانا عطاء اللہ طارق رحمہ اللہ کی موجودگی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ آپ کی ناصحانہ گفتگو اور شیریں بیانی نے تمام مجمع کو متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوبصورت اور پرسوز آواز سے نوازا تھا۔ نماز میں آپ کی تلاوت نے ایک سماں باندھ دیا۔ جمعہ سے فراغت کے بعد ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ علیک سلیک کے بعد ذاتی تعارف ہوا۔ اور یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہوئے کہ میں بھی مدرسہ میں زیر تعلیم ہوں۔ اس کے بعد گاہے بگاہے ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ آپ اکثر گگو منڈی تشریف لاتے۔ چونکہ آپ کے قریبی عزیز یہاں مقیم تھے۔ آپ کے بھانجے قاری محمد سعید جو کہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں زیر تعلیم تھے۔ میرے اچھے دوستوں میں سے ہیں حضرت حافظ صاحب بھی ان دنوں جامعہ سلفیہ میں بطور استاد تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

اتفاق سے میں جس ادارے میں زیر تعلیم تھا وہاں میٹرک (عصری علوم) کرنے کی اجازت نہ تھی، جبکہ میں نے مکمل تیاری کر رکھی تھی میرے بعض اساتذہ نے مشورہ دیا کہ میں جامعہ سلفیہ میں داخلہ لے لوں وہاں عصری علوم کے امتحانات دینے کی اجازت ہے۔ نیا تعلیمی سال تھا میں نے جامعہ سلفیہ کا قصد کیا۔ اور میرے لئے یہ بات باعث اطمینان تھی کہ داخلہ تو ضرور ہو جائے گا کیونکہ حضرت حافظ صاحب جامعہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا انہی سے رابطہ ہوا۔ انہوں نے کمال شفقت اور مہربانی سے داخلہ دے دیا۔ چونکہ میں نے جامع ترمذی پڑھ لی تھی اور ابوداؤد شریف پڑھنے کا خواہش مند تھا حسب منشاء داخلہ ہو گیا۔

حضرت حافظ صاحب نسائی شریف اور دیگر اسباق پڑھاتے تھے۔ فارغ اوقات میں مطالعہ کی

نگرانی فرماتے۔ اور نمازوں کی امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھا لحن دیا تھا۔ بہت پرسوز آواز میں تلاوت کرتے۔ نماز کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ آپ طلبہ کی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے۔ نمازوں کے لیے اٹھاتے کمروں کا چکر لگاتے۔ الصلوۃ الصلوۃ کی آواز لگاتے۔ بہت محبت اور نرم خوئی سے طلبہ کو مخاطب کرتے تھے۔ بسا اوقات ناراض بھی ہو جاتے تو چہرہ سرخ ہو جاتا اور سخت سرزنش کرتے۔

آپ مثالی استاد تھے۔ علم و عمل کا پیکر تھے ان کے دل میں طلبہ کے لیے محبت اور خیر خواہی ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے طلبہ کی تعلیم و تربیت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ پوری تیاری کے ساتھ سبق پڑھاتے تھے بعض چیزیں املاء بھی کرواتے تھے۔ خصوصاً ان دنوں مالدیف کے طلبہ بھی جامعہ میں زیر تعلیم تھے۔ ان کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے تھے سہولتوں میں مراعات دیتے لیکن تعلیم کے معاملات میں ذرا بھی نرمی نہ کرتے انہیں معلوم تھا کہ یہ طلبہ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے صرف دینی تعلیم کے لیے یہاں آتے ہیں اور کئی کئی سال سے یہاں مقیم ہیں۔ جامعہ کی جانب سے انہیں برائے نام وظیفہ ملتا۔ اس لیے حافظ صاحب اپنے خصوصی ذرائع سے ان کے لیے چاولوں کا بندوبست کرتے۔ کیونکہ یہ ان کی مرغوب غذا تھی مالدیفی طلبہ بھی ان کا بے حد احترام کرتے اور ان کے حکم پر لبیک کہتے۔

حضرت حافظ صاحب گاہے بگاہے طلبہ کو واعظ بھی کرتے تھے نہایت باوقار مگر سادہ گفتگو کرتے تھے۔ جس میں خیر خواہی اور ہمدردی نمایاں نظر آتی۔ طلبہ کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے محنت اور لگن سے پڑھنے کی تلقین کرتے۔ اور فرمایا کرتے کہ پاکستان کا مستقبل آپ لوگوں سے وابستہ ہے اگر آپ اچھے بن گئے تو پاکستان کا مستقبل بھی اچھا ہوگا۔

جامعہ میں خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے اور پوری تیاری سے خطبہ دیتے۔ ایک جم غفیر مسجد میں موجود ہوتا تھا۔ دور دراز سے لوگ تشریف لاتے تھے۔ آپ جامعہ چھوڑ کر لاہور تشریف لے گئے۔ لیکن پھر بھی خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لایا کرتے تھے اور ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

جامعہ کے رئیس میاں فضل حق رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ میاں صاحب آپ کا پورا احترام کرتے تھے۔ اور اہم امور میں انہی سے مشورہ کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب جامعہ کے تعاون کے سلسلے میں مختلف شہروں اور دیہات کے دورے کرتے تھے۔ خاص کر گندم کے موسم میں فیصل

آباد کے گردونواح میں یہ سلسلہ زیادہ فعال ہوتا۔اس ضمن میں چک 361 کے حافظ غلام نبی مرحوم کا تعاون شامل حال ہوتا تھا۔طلبہ جامعہ کو بھی اس مہم میں شریک کرتے۔حافظ عبدالستار حسن صاحب مرحوم کے احترام میں کوئی طالب علم انکار کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔

میاں فضل حق مرحوم نے جامع مسجد مزمل بندروڈ پر ایک تعلیمی ادارہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے قائم کیا آپ وہاں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔مولانا عبیدالرحمٰن مرحوم سابق مدیر التعلیم جامعہ سلفیہ کے معاون کے طور پر آپ سعودی وزارت مذہبی کی طرف سے مبعوث ہوتے۔کچھ عرصہ غالباً کوٹ رادھا کشن میں بھی تعلیمی کام کرتے رہے۔آپ بہت ملنسار تھے۔علماء کرام کے ساتھ احترام کا رشتہ قائم رکھتے تھے۔آپ کے ساتھ محبت کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں حافظ عبدالرشید اظہر مرحوم بھی تھے۔انہی کے تعاون سے پھر اپنے علاقے ضلع مظفر گڑھ کوٹ ادو' معہد الشریعۃ والصناعۃ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے۔اور ایک عرصہ تک وہی کام کرتے رہے۔چونکہ آپ کا اصل گھر لیہ میں تھا تو پھر اپنی آبائی مسجد میں تبادلہ کرالیا اور آخر وقت تک وہی رہے۔

جامعہ سلفیہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے عبدالغفار اور دیگر عزیزاں جن میں محمد اشتیاق اور محمد اشفاق کو بھی جامعہ سلفیہ میں داخل کرایا۔جنہوں نے دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور سند فراغت حاصل کی۔اور آج اپنے والد مرحوم کی مسند پر امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب جب مبعوث تھے تو مجموعہ الثانیہ کے رکن تھے تو گاہے بگاہے اجلاس میں شرکت کے لیے جامعہ میں تشریف لاتے۔جامعہ کی تعمیر وترقی دیکھ کر بے حد خوش ہوتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔اور فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے جو آپ سے دین کا کام لے رہا ہے۔ہمیشہ اچھے جذبات اور توصیفی کلمات سے نوازتے۔اور کام دیکھ کر حوصلہ افزائی فرماتے۔

گگومنڈی کی جامع مسجد قدس اہل حدیث کے خطیب مولانا عطاء اللہ طارق رحمہ اللہ آپ کے رفیق کار تھے۔ان کے درمیان بڑا دیرینہ تعلق تھا ایک دوسرے کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔مولانا عطاء اللہ طارق کی رحلت جمعۃ المبارک کے دن ہوئی تھی۔دور دراز سے لوگ جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تھے۔میں بھی فیصل آباد سے حاضر ہوا۔خطبہ جمعہ سے قبل مسجد پہنچے اس دن آپ نے جمعہ کا خطبہ

ارشاد فرمایا اور بعد میں بسم اللہ کاٹن ملز کے احاطہ میں مولانا کا نماز جنازہ ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے ہزاروں لوگ موجود تھے۔

حضرت حافظ صاحب کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں گگومنڈی مسجد کی تعمیر نو ہوئی۔ تو مکمل ہونے پر ایک شاندار تقریب اور جلسہ منعقد کیا گیا مجھے بھی خصوصی دعوت دی گئی۔ اس کا سارا اہتمام آپ کے بھانجے عبداللطیف مرحوم نے کیا تھا۔ علاقہ بھر کے لوگ جمع تھے۔ جبکہ مقررین میں نمایاں نام قاری محمد حنیف ربانی صاحب کا تھا۔ مجھے بھی اظہار خیال کا موقعہ دیا گیا۔ میں نے اپنی گفتگو میں مسجد کی اہمیت اور فضیلت پر گفتگو کی اور بتایا کہ مسلمانوں کے دور عروج میں مسجد کو کیا مقام حاصل تھا۔ اور کس طرح مسلمان مسجدوں کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور مسجد سے وابستگی کی وجہ سے انہیں کیا کیا فوائد حاصل تھے۔ اور جب سے ہم نے مسجدوں سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اس لیے ہمیں دوبارہ مسجدوں سے وابستہ ہو جانا چاہئے۔ پروگرام کے بعد میں تو واپس فیصل آباد چلا آیا۔ ایک دو ماہ بعد حافظ صاحب مرحوم جامعہ میں تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ مسجد کی افتتاحی تقریب میں صرف آپ کی گفتگو موقع محل کے مطابق تھی۔ جسے بے حد پسند کیا گیا (میں نے یہ بات محض تحدیث نعمت کے طور پر ذکر کی ہے)

آپ کو بدقسمتی سے ہیپاٹائٹس سی کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ جس کا علم بڑی تاخیر سے ہوا۔ بہت علاج کرایا لیکن یہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق آخر وہ وقت آپ پر آ گیا جو سب پر آنا ہے اور آئے گا بغرض علاج آپ کو ایمبولینس پر لاہور لائے تھے۔ لیکن واپسی پر فیصل آباد کے قریب پہنچ کر آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مجھے عزیزم حافظ محمد سعید نے بذریعہ فون اطلاع دی میں نے فوراً ان کے صاحبزادے عبدالغفار سے رابطہ کیا۔ جو اس وقت آپ کی میت لیکر الائیڈ ہسپتال سے نکل رہے تھے میں اور مولانا محمد یونس بٹ صاحب فوراً موقعہ پر پہنچے۔ آپ کی زیارت کی اور بے حد اصرار کیا۔ کہ جامعہ سلفیہ چلتے ہیں میت کو غسل دیں گے اور رات کو نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو لیہ روانہ کر دیا جائے گا۔ اور لیہ میں تو نماز جنازہ اب صبح کو ہی ادا کی جائے گی۔ لیکن عبدالغفار راضی نہ ہوا۔ اور ہم نے دعاؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کر دیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ ان کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

از قلم ...... پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

اسلام میں انسانی حقوق کا معاشی و معاشرتی تصور

قرآنِ مجید کے عطا کردہ معاشی تصورات کی روشنی میں ہر فرد معاشرے کے لیے اصولی طور پر برابر معاشی مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔ اب یہ ریاستی اتھارٹی اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر فرد معاشرہ کے اقتصادی و معاشی حق کی فراہمی کو یقینی بنائیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاشی بدحالی کے خوف سے قتلِ انسانی سے منع کیا:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾۔
(سورة بنی اسرائیل:17:31)

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“

قرآنِ مجید کی تعلیمات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رزق اور وسائل رزق میں تفاوت بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے جسے مٹانا اور مصنوعی طور پر ایک بے طبقات سوسائٹی پیدا کرنا کسی درجہ میں بھی مطلوب ہو، صحیح راہ عمل یہ ہے کہ سوسائٹی کے اخلاق واطوار اور قوانین عمل کو اس انداز پر ڈھال دیا جائے کہ معاشی تفاوت کسی ظلم و بے انصافی کا موجب بننے کے بجائے ان بے شمار اخلاقی، روحانی اور تمدنی فوائد و برکات کا ذریعہ بن جائے، جن کی خاطر ہی دراصل خالق کائنات نے اپنے بندوں کے درمیان یہ فرق و تفاوت رکھا ہے۔

معاشرے کے صاحب حیثیت افراد کو افزائش رزق کی تعمیری کوششوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ اے انسان! رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے، جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد کے آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی، اتنے ہی معاشی ذرائع (EconomicaResources) وسیع ہوتے چلے گئے۔

دولت کی گردش کا قرآنی تصور:

قرآنِ حکیم دولت کے ارتکاز کے بجائے اس کی گردش کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ ہر فرد معاشرہ کو برابر معاشی

واقتصادی ثمرات میسر آسکیں:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾۔ (سورة الحشر:7:59)

"تا کہ وہ (مال) تمھارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔"

اس آیت میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی (EconomicaPolicy) کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مال داروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ اسی مقصد کے لیے سود حرام کیا گیا ہے، زکوٰۃ فرض کی گئی، صدقات کی تلقین کی گئی، مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئیں جن سے دولت کے بہاؤ کا رُخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف پھر جائے۔ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔ اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابل مذمت اور فیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا۔ غرض وہ انتظامات کیے گئے کہ دولت کے ذرائع پر مال دار اور بااثر لوگوں کی اجارہ داری (Monopoly) قائم نہ ہو اور دولت کا بہاؤ امیروں سے غریبوں کی طرف ہو جائے۔

الغرض اسلام کے عطا کردہ اقتصادی اور معاشی حقوق کا مقصود معاشرے کے محروم المعیشت افراد کو بھی ایسے مواقع فراہم کرنا ہے کہ وہ حقیقی معنی میں ایک فلاحی معاشرے کے شہری کے طور پر زندگی گزار سکیں۔

معاشی جدوجہد کا حق:

اسلام کی آمد سے قبل عرب معاشرہ طبقاتی تقسیم کا شکار تھا۔ سود اور استحصال کی دوسری صورتوں نے معاشی جدوجہد کو مفلوج کر رکھا تھا۔ ذرائع آمدنی پر مخصوص لوگوں کا قبضہ تھا۔ آپ ﷺ نے نا صرف غیر صحت مندانہ معاشی سرگرمیوں کا خاتمہ کیا، بلکہ معاشرے میں صحت مند معاشی سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ہر شخص کو معاشی جدوجہد کا حق عطا فرمایا اور ہر پیشے کو باوقار پیشہ قرار دیا:

عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ اَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ، وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ))۔

[صحيح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بيده: 2072]

"حضرت مقدامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص نے کبھی کوئی کھانا اس سے اچھا نہ کھایا کہ انسان ہاتھوں کی کمائی سے کھائے، اللہ کے نبی حضرت داوٗدؑ اپنے ہاتھ کے عمل سے کھاتے تھے۔"

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ))۔

[شعب الایمان للبیهقی:8741]

''حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال کی کمائی کی تلاش ایک فرض کے بعد دوسرا فرض ہے۔''

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اُجْرَةِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ اِنَّمَا هُمْ مُصَوِّرُوْنَ وَاِنَّهُمْ اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ مِنْ عَمَلِ اَيْدِيْهِمْ۔ [مشکوٰۃ المصابیح:2714]

''حضرت ابن عباسؓ سے قرآنِ مجید لکھنے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، یہ لوگ تو نقش باندھنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ کے کام سے کھاتے ہیں۔''

غریبوں اور محتاجوں کا حق:

حضور ﷺ نے غریبوں اور محتاجوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ جب بھی غریبوں اور محتاجوں کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھتے، تو جب تک ان کی تکلیف کا ازالہ نہ ہو جاتا آپ مطمئن نہ ہوتے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر غریبوں اور محتاجوں کے حقوق کا تذکرہ کیا گیا کہ معاشرے کے صاحب حیثیت افراد پر ان کی معاشی بحالی کا حق ہے جس کی ادائیگی اہل ایمان کے لیے ضروری ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾۔ [سورۃ البقرۃ، 215:2]

''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾۔ [سورۃ النساء، 8:4]

''اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔''

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ......﴾۔ [سورۃ النساء، 36:4]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔''

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾۔ [سورۃ بنی اسرائیل،

[26:17
''اور قرابت داروں کو انکا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔''

﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ـ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ـ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾۔ [سورة الحاقة، 69:33-35]
''بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔''

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾۔ [سورة الدهر، 8:76]
''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔''

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ـ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ـ﴾۔ [سورة الضحى، 93:9-10]
''اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔ پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔''

یہی تعلیم احادیث مبارکہ میں بھی دی گئی:

((عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ، فَقِيْلَ لَهٗ: هَلْ عَلِمْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: مَا اَعْلَمُ ، قِيْلَ لَهٗ: اُنْظُرْ، قَالَ: مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَاُجَازِيْهِمْ ، فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ ، وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ))۔ [صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب ماذكر عن بنی اسرائيل: 3451]
''حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا، تو اس سے کہا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا میں نہیں جانتا، اس سے کہا گیا غور تو کر، بولا اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور جب ان سے قرض کا تقاضا کرتا ہوتا تو امیر کو مہلت دے دیتا اور غریب کو معافی، چنانچہ اللہ نے اسے جنت میں داخل فرمادیا۔''

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ))۔ [صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر: 1562
''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے

نوکر سے اس نے کہہ رکھا تھا کہ جب تو کسی تنگ دست کے پاس تقاضا کو جائے تو اسے معاف کردے ہو سکتا ہے کہ اللہ ہم کو معاف کر دے، فرمایا کہ وہ اللہ سے ملا تو رب نے اس سے درگزر فرمادیا۔''

((عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ یَضَعْ عَنْہُ))۔ [صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر:1563]

''حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو چاہے اسے روزِ قیامت کی تکالیف سے نجات دے تو چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے یا معافی۔''

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

''حضرت ابو یسرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضورِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو کسی تنگ دست کو مہلت یا معافی دے تو اسے اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔''

محروم المعیشت کا حق:

حضورِ اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرے کے صاحبِ حیثیت افراد پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ معاشرے کے محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام کے لیے اقدامات کریں، آپ ﷺ نے اُسے محروم المعیشت افراد کا حق قرار دیا، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِہِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾۔ [سورۃ المعارج، 75:24-25]

''اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ۔ فَکُّ رَقَبَةٍ ۔ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۔ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۔ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ﴾۔ [سورۃ البلد، 90:11-16]

''پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟۔ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو۔ یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔''

مزدوروں کا حق:

عادلانہ اور منصفانہ معاشی نظام (Economical System) کے قیام کے لیے آجر اور اجیر میں عدا

وانصاف پر مبنی تعلقات کار ضروری ہیں۔ حضور ﷺ نے عدل وانصاف پر مبنی معاشی نظام کے اسی بنیادی تقاضے کو پورا کرتے ہوئے مزدوروں کے حقوق کا تعین فرمایا اور انہیں ہر طرح کا معاشی تحفظ (Economical Security) عطا کیا۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے مطابق معاشی تفاوت انسانی مساوات کی روح کو بے اثر نہیں کرسکتی، بلکہ نفس واحدہ سے تخلیق پانے کے سبب سب انسان مساوی عزت وتکریم کے حامل ہیں۔

﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾۔ [سورۃ النساء، 1:4]

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

تاہم معاشی عدم تفاوت بھی لوگوں کی آزمائش اور انہیں نیکی کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے لیے رکھی گئی:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ [سورۃ الانعام، 165:6]

''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کردیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾۔ [سورۃ الزخرف، 32:43]

''کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے آجر پر مزدوروں کے حقوق کی حفاظت وادائیگی لازمی قرار دی، تاکہ ان کی معیشت محفوظ

مستحکم ہو اور اپنی معاشی سرگرمیوں کے ثمرات سے متمتع ہوسکیں:

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھیٰ عَنِ اسْتِجَارِ الْاَجِیرِ حَتّٰی یُبَیَّنَ لَهٗ اَجْرُهٗ۔ [مسند احمد:11565]

''حضورِ اکرم ﷺ نے مزدور سے اس کی مزدوری کے تعین سے قبل کام لینے سے منع فرمایا۔''

ظُلْمُ الْاَجِیرِ اَجْرَهٗ مِنَ الْکَبَآئِرِ۔ [سنن الکبری للبیهقی:11432]

''مزدوروں پر مزدوری کی ادائیگی میں ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَعْطُوا الْاَجِیرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُهٗ))۔ [ابن ماجه، کتاب الرهون، باب أجر الأجراء: 2443]

''مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔''

گھریلو خدام کے حقوق:

آپ ﷺ نے ہر معاشرتی و سماجی تعلق کو تکریم انسانیت کے اصول پر مبنی قرار دیا۔ دورِ جاہلیت میں خادموں کو جس حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے اس تصور کو کلیۃً بدل دیا اور فرمایا کہ خدام کو بھی وہی عزت اور مرتبہ دو جو تم اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو دیتے ہو۔ حضرت انسؓ خادموں سے آپ کے حسن سلوک کو یوں بیان کرتے ہیں:

خَدَمْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَشَرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ: اُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ۔ [صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء:6038]

''میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا، لیکن آپ نے مجھ سے اُف تک نہ کہی اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور فلاں کام تم نے کیوں نہ کیا۔''

آپ ﷺ خادم کی خدمت کی دادو تحسین کرنے اور اسے برابر سماجی مرتبہ دینے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

((اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ فَاِنْ لَمْ یُجْلِسْهُ مَعَهٗ، فَلْیُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَیْنِ اَوْ اُکْلَةً اَوْ اُکْلَتَیْنِ، فَاِنَّهٗ وَلِیَ عِلَاجَهٗ))۔ [صحیح بخاری، کتاب العتق، باب اذا اتاه خادمه بطعامه: 2557]

''جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے، اگر اس کو اپنے ساتھ کھانے پر نہ بٹھائے تو اسے ایک یا دو لقمہ دے دے، اس لیے کہ اس نے محنت کی ہے۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَآءَهٗ بِهٖ وَقَدْ

وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا قَلِيلًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ))۔[صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل: 1663]

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے، پھر وہ کھانا لائے اور اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو اسے اپنے ساتھ بٹھا لے کہ وہ بھی کھائے، اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس میں سے خادم کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا اگر خادم سے غلطی یا خطا سرزد ہو جائے تو اس پر بھی اس سے درگزر اور عفو کا سلوک کیا جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ ثُمَّ أَعَادَ إِلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ: أُعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً))۔ [ابوداود، ابواب النوم، باب فی حق المملوك: 5164]

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم خادم کو کتنی بار معافی دیں؟ حضور خاموش رہے، اس نے پھر وہ سوال دہرایا، آپ خاموش رہے، پھر جب تیسری بار سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ہر دن میں ستر بار معافی دو۔''

عامۃ الناس کے عمومی حقوق:

اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام کا مقصود ایک فلاحی معاشرہ قائم کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کو بنیادی ضروریات (Basic Necessities) کا حق عطا کر کے اسلامی معاشرے کو حقیقی معنوں میں فلاحی معاشرہ قرار دیا، جس میں کسی بھی فرد کو بنیادی ضروریات اور عمومی سہولیات کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: ((الْمَاءُ وَالْمِلْحُ وَالنَّارُ))، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْمَاءُ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا بَالُ الْمِلْحِ وَالنَّارِ؟ قَالَ: ((يَا حُمَيْرَاءُ مَنْ أَعْطَى نَارًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَا أَنْضَجَتْ تِلْكَ النَّارُ، وَمَنْ أَعْطَى مِلْحًا فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَا طَيَّبَ ذٰلِكَ الْمِلْحُ، وَمَنْ سَقَى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوجَدُ الْمَاءُ، فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً، وَمَنْ سَقَى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ، حَيْثُ لَا يُوجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهَا))۔ [ابن ماجه، كتاب الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث: 2474]

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کون سی چیز ہے جس کا منع

کرنا حلال نہیں فرمایا: پانی، نمک اور آگ۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پانی کو تو ہم سمجھ گئے، مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے؟ فرمایا: اے حمیرا! جس نے کسی کو آگ دی اس نے گویا اس آگ سے پکا ہوا سارا کھانا خیرات کیا اور جس نے کسی کو نمک دیا اس نے گویا سارا وہ کھانا خیرات کیا جسے اس نمک نے لذیذ بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی پلایا، جہاں پانی عام ملتا ہو اس نے گویا غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو وہاں ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اس نے گویا اسے زندگی بخشی۔''

عوام کا قومی وسائل سے استفادے کا حق:

اسلامی معاشرے میں اجتماعی مفاد کو انفرادی فائدے پر ترجیح دی گئی ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کے لیے مساوی معاشی مواقع کی تخلیق اور ہر فرد کے لیے معاشی وسائل سے متمتع ہونے کو ممکن بنانے کے لیے ہر فرد کو قومی وسائل سے استفادے کا مساوی حق دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اس امر کی اجازت نہیں دیتیں کہ کوئی ایک شخص جملہ وسائل پر قابض ہو کر دیگر افراد معاشرہ کے لیے قومی وسائل سے استفادے کی راہ کو مسدود کر دے۔ آپ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کی نظیر ہمیں حضرت عمرؓ کے حضرت بلال بن حارث المزنیؓ سے زائد از ضرورت زمین کے واپس لینے سے ملتی ہے۔ بلال بن حارث مزنیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے زمین طلب کی۔ آپ ﷺ نے انہیں وسیع زمین عطا کر دی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے، تو انہوں نے بلالؓ سے کہا کہ اے بلال! آپ نے حضورِ اکرم ﷺ سے کافی زمین طلب کی تھی، رسول اللہ ﷺ نے وہ زمین آپ کو عطا کر دی، کیونکہ آپ ﷺ سے جو بھی سوال کیا جاتا تھا آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے تھے، اب جو زمین آپ کے پاس ہے آپ وہ ساری آباد نہیں کر سکتے، انہوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: جتنی آپ آباد کر سکیں وہ آپ رکھ لیں اور جو آپ آباد نہ کر سکیں وہ ہمیں دے دیں، ہم وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیں گے، بلالؓ بولے میں تو اس کے لیے تیار نہیں ہوں، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو آپ کو کرنا ہوگا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سے وہ زمین لے لی، جسے وہ آباد نہیں کر سکتے تھے اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

غلام کے حقوق:

اسلام کو غلامی وراثت میں ملی، ظہور اسلام کے وقت کے حالات کے پیش نظر اسے یک لخت ختم کر دینا ممکن نہ تھا، تاہم آپ ﷺ نے ایسے احکامات جاری فرمائے اور غلاموں کے حقوق کے بارے میں ایسی ہدایات دیں جن سے بتدریج غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔ ذاتی طور پر آپ نے غلام سازی کے عمل کو روکا اور پہلے سے جو غلام موجود تھے ان کی آزادی اور معاشرے میں ان کے باوقار مقام کے لیے اپنے عمل مبارک سے مثال

قائم کی۔

آج کے جدید تہذیبی ارتقاء کے دور میں اس امر کا تصور بھی محال ہے کہ صدیوں پہلے کے عرب معاشرے میں غلام کو اتنے حقوق دیے جا سکتے تھے، یہ صرف مسلم معاشرہ تھا جہاں غلام کو برابر اور مساوی انسانی حقوق حاصل ہوئے ورنہ دیگر دنیا میں دورِ حاضر تک غلاموں کی صورت حال ابتری کا شکار تھی۔ برطانیہ میں انسداد غلامی کا بل 1788ء میں Wilberforce نے پارلیمنٹ میں پیش کیا اور اسے منظور کر کے قانون بننے میں 19 سال لگ گئے۔ 1796ء میں ایوان عام (HouseofCommons) نے بل پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

"Nothing i am persuaded could tend more to render that Negroes on the plantations discontented than an assurance that their labours were not be alleviated by the arrival of assistance."

''میں نہیں سمجھتا کہ نو آبادیوں میں غلاموں کو اس سے زیادہ کوئی بات پریشان کر سکتی ہے کہ امداد آنے پر ان کی محنت میں کمی نہ آئے گی۔''

1805ء میں (General Gascoyne) نے بل کی مخالفت کرتے ہوئے کہا:

"How impolitic than it is to raise doubts and questions in their (the slaves') minds upon the subject of emancipation, for to that this question ultimately leads and how pregnant with danger is such conduct to our colonial interests and possessions."

''انسدادِ غلامی کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے سے زیادہ غیر مہذب امر کیا ہو سکتا ہے! کیونکہ یہ سوال بالآخران بھاری خطرات کا باعث بنتا ہے جو ہمارے نو آبادیاتی مفادات واملاک کی تباہی پر منتج ہوں گے۔''

1806ء میں (Sir Robert Peel) نے غلاموں کی خرید وفروخت کے کاروبار کو برطانیہ کے لیے جائز اور درست قرار دیتے ہوئے کہا:

"It is okay for Britian to carry on this slave trade, it would not be okay for its rivals to do so. The slave trade in other hands would

be infinitely to the disadvantage of Africa in point of humanity."

"غلاموں کی خرید وفروخت کا کاروبار برطانیہ کے لیے درست، مگر اس کے حریفوں کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ مخالف ممالک کے ہاتھوں غلاموں کی تجارت کو جائز قرار دینا انسانی بنیادوں پر افریقہ کے لیے غیر محدود طور پر نقصان دہ ہے۔"

الغرض کم وبیش 19 سال بعد برطانوی ایوان نمائندگان (House of Representatives) میں منظوری حاصل کر سکا۔ امریکہ میں بھی 1863ء میں ابراہام لنکن (Abraham Lincoln) کے (Emancipation Proclamation) کے بعد ہر غلامی کا خاتمہ ہوسکا۔

جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غلامی کے خاتمے کے لیے غلاموں کو آزاد کرنے کی ابتدا کی۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهِ))۔

[بخاری، کتاب کفارات الأیمان، باب قول اللّٰه تعالیٰ: ﴿أو تحریر رقبة﴾: 6715]

"جو مسلمان غلام کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد فرمائے گا، حتیٰ کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ۔"

آپ ﷺ نے غلام اور ذاتی ملازمین کو معاشرے میں باوقار مقام عطا کرنے کے لیے مختلف حقوق عطا فرمائے:

عزتِ نفس کا حق:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ اَوْ لَطَمَهُ فَاِنَّ كَفَّارَتَهُ اَنْ يُّعْتِقَهُ))۔ [مسلم، کتاب الأیمان، باب صحبة المماليك: 1657]

"حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے غلام کو ناکردہ جرم سزا دے یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔"

رہن سہن میں مساوات کا حق:

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِهٖ وَلْيُلْبِسْهُ مِنْ لِبَاسِهٖ وَلَا يُكَلِّفْهُ مَا يَغْلِبُهُ، فَاِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ))۔ [ترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی الاحسان الی الخدم: 1945]

"حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے میں د

دیا وہ تمہارے بھائی ہیں، تو جسے اللہ اس کے بھائی کا مالک بنا دے اسے اس میں کھلائے جو خود کھائے اور اس سے پہنائے جو خود پہنے اور اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس پر غالب آجائے اور اگر غالب کام کی تکلیف دے تو اس پر اس کی مدد کرے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک خزانچی آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم نے غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا؟ بولا نہیں، فرمایا: جاؤ انہیں دے دو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لیے یہی گناہ بہت ہے کہ مملوک سے اس کا کھانا روکے۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقة علی العیال:996]

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ:

"حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمہارے غلاموں سے جو تمہارے موافق ہو، تو اس میں سے اسے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور پہناؤ اس سے جو خود پہنتے ہو اور جو موافق نہ ہو اسے بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔" [ابوداود، ابواب النوم، باب فی حق المملوک:5161]

ناقابل برداشت مشقت سے تحفظ کا حق:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ))۔ [مسلم، كتاب الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل: 1662]

"غلام کے لیے اس کا کھانا اور کپڑا ہے اور اسے اس قدر کام کی تکلیف نہ دو جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔"

تشدد سے تحفظ کا حق:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ اے ابومسعود! سوچو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنے تم اس پر ہو، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آزاد ہے اللہ کی راہ میں، تب حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرتے تو تم کو آگ جلاتی یا آگ پہنچتی۔"

تعلیم و تربیت کا حق:

حضرت ابوبردہؓ نے اپنے والد سے سنا کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا

فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا ، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِي كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَهُ أَجْرَانِ وَالْعَبْدُ الَّذِي يُؤَدِّي حَقَّ اللَّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ))۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل من أسلم من اهل الكتابيين: 3011]

''تین آدمی ایسے ہیں جنہیں دُگنا اجر ملے گا: ایک وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو، پس اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، پھر اسے ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے ازدواجی رشتہ قائم کرلے، تو اس کے لیے دُگنا اجر ہے۔ دوسرا اہل کتاب سے وہ مومن جو پہلے بھی مومن تھا اور اب حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا تو اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے اور تیسرا شخص وہ غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہے۔''

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا:

''تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے (ایک) وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے اور (دوسرے) مملوک غلام جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالکوں کے حق کو ادا کرتا رہے اور (تیسرے) وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، جس سے وہ ہم بستری کرتا ہے اس نے اسے ادب دیا اور عمدہ ادب دیا اور اسے تعلیم کی عمدہ تعلیم کی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کرلیا، اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔''

امامت وسیاست کا حق:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو ان سب میں کتاب اللہ کی قرأت زیادہ جانتا ہو اور بے وجہ غلام کو جماعت سے نہ روکا جائے۔''

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

''سالم مولیٰ ابو حذیفہ مہاجرین اولین اور نبی اکرم ﷺ کے دیگر اصحاب کی مسجد قبا میں امامت کا فریضہ ادا کرتے تھے اور مقتدیوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو سلمہؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت عامر بن ربیعہؓ بھی ہوتے۔''

الغرض آپ ﷺ نے ایسی معاشرتی وسماجی روایت کی بنیاد رکھ دی، جس سے غلاموں کا سماجی ومعاشرتی مرتبہ ورتبہ بڑھ گیا اور بتدریج انسانی شعور نے غلامی کے ادارے کے کلی قلع قمع کو قبول کرلیا اور آج صفحہ

سے انسانی تکریم کے منافی اس (Institution) کا خاتمہ ہو گیا۔

قیدیوں کے حقوق:

قرآنِ مجید نے قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ کیونکہ اسلام میں کوئی بھی امر مخفی اذیت و تکلیف رسائی کے لیے روا نہیں، بلکہ اصل مقصود خیر و معرفت کا فروغ ہے۔ آپ ﷺ نے قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم دے کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ حسن سلوک سے قیدیوں کی اصلاح احوال اور ان کے اسباب قید کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

قرآنِ مجید نے قیدیوں کے اس حق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔﴾ [الدھر، 76:8-9

"اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔"

آپ ﷺ نے غزوۂ بدر میں قید ہو کر آنے والے قیدیوں سے حسن سلوک کی نظیر اپنے اسوۂ حسنہ سے قائم فرمائی۔

عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اُتِيَ بِاُسَارٰى وَاُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَهٗ قَمِيْصًا فَوَجَدُوْا قَمِيْصَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ يَقْدُرُ عَلَيْهِ فَكَسَاهُ النَّبِيُّ ﷺ اِيَّاهُ۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الكسوة للأسارى: 3008]

"حضرت عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ جب جنگ بدر ہوئی تو کچھ لوگ قید کر کے لائے گئے جن میں عباس (بن عبدالمطلب) بھی تھے اور ان کے جسم پر کپڑا نہ تھا، پس حضور نبی اکرم ﷺ ان کے لیے قمیض تلاش کرنے لگے، لوگوں نے عبداللہ بن اُبی کی قمیض تلاش کر کے پیش کی جو ان کے جسم پر پوری آئی، حضور اکرم ﷺ نے وہی قمیض انہیں پہنائی۔"

الغرض انسانی معاشرے اور سماج کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا احاطہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے نہ کیا ہو، انسانی تہذیب اپنے ارتقاء کی ہر منزل پر بنیادی حقوق کے حوالے سے سیرتِ نبوی ﷺ سے اخذ ہدایت کی محتاج رہے گی۔

☆......☆......☆